© rasailojaraid.com

نقـــد و تبصـــره

(تبصرے کے لیے دو نسخے ارسال فرمائیے)

مکتوبات ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی

مرتبہ عبد الرحمن ناصر اصلاحی جامعی

عبد الرحمن ناصر اصلاحی جامعی کی طرف سے مختصر سا رجسٹرڈ پارسل موصول ہوا تو میرا پہلا تأثر یہ تھا کہ شاید انہوں نے دائرہ حمیدیہ سے مولانا فراھی کی کوئی نئی کتاب شائع کی ہے۔ چونکہ ان کو معلوم ہے کہ میں مولانا فراھی پر کام کر رہا ھوں اس لئے یہی خیال گذرا کہ انہوں نے مجھے کوئی چیز میرے کام کی بیجھی ہے۔ لیکن پارسل کھولا تو اس میں سے دو پتلی کتابیں ”برائے تبصرہ“ کا اندراج لئے نکلیں، جو ناگوار نہیں تو کوئی خوشگوار رد عمل بھی پیدا نہ کر سکیں۔ اس لئے کہ تبصرے کے لئے کتابوں کی وصول تحصیل کوئی غیر معمولی بات نہ تھی. اس طرح کے پارسل آتے ھی رھتے ھیں۔ تبصرہ کے لئے آنے والی کتابوں کو میں اور شاید کوئی ایڈیٹر بھی ذوق شوق سے کم ھی پڑھتا ہے۔ کتاب کو الٹ پلٹ کر سرورق اور سرنامہ دیکھا تو بھی کوئی خاص خوش آئند رد عمل نہ ھوا۔ بلکہ الٹا طبیعت جھلائی کہ ناصر صاحب نے یہ کیا مذاق کیا ہے۔ ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی کے مکاتیب پر مشتمل کوئی مجموعہ ھوتا تو بھی کوئی بات ھوتی، یہ دس پندرہ برس کے ایک لڑکے کے خطوط، اولاً تو انہوں نے شائع کیوں کئے، شائع کئے تو کیجئے ، مجھے بھیجنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا ضرورت تھی۔ اور وہ بھی تبصرہ کی فرمائش کے ساتھ ۔ ان خیالات کے ساتھ ایک اور خیال بھی آیا ہے اور وہ یہ کہ ناصر صاحب اس عمر میں کوئی ایسا ویسا کام تو کرنے سے رہے، انہوں نے ان خطوط کو مرتب کرکے چھاپا ہے اور مجھے بھیجا ہے تو ضرور کوئی بات ہوگی۔ اس خیال نے مجھے کتاب کے مطالعے پر مائل کیا۔ پہلا خط بلکہ خط کا پہلا لفظ پڑھ کر میں چونکا اور مجھے اس نتیجے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی کہ ان خطوط کا لکھنے والا ایک نابالغ طفل مکتب سہی اس کو یوں نظر انداز نہ کرنا چاہئیے۔ اس کے بعد جو میں نے پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا ہی چلا گیا۔

میں نے پڑھنا شروع کیا تو پہلے ہی خط میں متعدد ایسے مقامات سے گذر ہوا کہ بے ساختہ ارادہ کیا کہ نمونۃً ان کے اقتباس پیش کروں گا اور اس کے لیے میں نے بعض حصے نشان زد بھی کئیے۔ مگر جوں جوں آگے بڑھتا گیا ہر خط میں ایسے ہی بجلیوں کے کوندے نظر کو خیرہ کرتے رہے ۔ صورت حال یہ تھی کہ

زِ فــــرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگــــرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

یہ فیصلہ کرنا مشکل نظر آیا کہ کس خط کے کس حصے کو دوں اور کس حصے کو نہ دوں۔ اس لئے اس ارادے کو موقوف کرکے میں اصحاب ذوق اور ارباب مغو سے سفارش کروں گا کہ ۱۴ ۔ ۱۵ برس کے اس طالب علم کی نگارشات کو جو بصورت خط محفوظ ہیں خود پڑھیں اور حیرت و استعجاب کے ساتھ ان کی رنگینی ، شیرینی اور لطف آفرینی سے شاد کام ہوں۔

خلیل الرحمن اعظمی کو میں جانتا ضرور ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ اب تک میں نے قسم کھانے کو بھی ان کی کوئی چیز نہیں پڑھی تھی۔ ان کو جاننے کے لئے اعظم گڑھ کی نسبت کافی تھی۔ ان کی "شہرت یا رسوائی" دونو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حال میرے لئیے دیدہ نہیں شنیدہ ھی کہا جا سکتا ہے۔ بہر حال اس وقت اس کا ذکر بے محل ہوگا۔ ان خطوط کی روشنی میں جن کا تعلق ان کے عہد طفلی سے ہے پردۂ تخیل پر جو تصویر ابھرتی ہے اس میں خلوص، سادگی اور سچائی سے آشنا، تصنع، تکلف، ریاکاری اور نام و نمود سے پاک ایک معصوم مگر ہونہار بچے کے خال و خط نمایاں ھیں۔ جس کو مبدأ فیاض نے فطرت سلیمہ کے ساتھ ہوش و آگہی کی گونا گوں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

اب کہ میں نے یہ خطوط پڑھ ڈالے ھیں مجھے یہ بدگمانی ہو رہی ہے کہ کہیں ناصر صاحب نے «خلیل نوازی» میں (ایک جگہ خلیل الرحمن نے القاب میں خود یہ الفاظ استعمال کئے ھیں۔ «خلیل نواز! سلام و نیاز» واضح رہے کہ خلیل معنی دوست کے آتے ھیں) «نواز شہائے بے جا» نہ کر گذرے ہوں۔ ہو سکتا ہے انہوں نے ان خطوط کے خال و خط سنوارے ہوں اور اس مشاطگی کی وجہ سے ان میں یہ نکھار آ گیا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ عقل یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی کہ ایک گاؤں کا رہنے والا کم عمر دیہاتی لڑکا ایسے خطوط لکھ سکتا ہے۔ باتیں اور ان کو کہنے کا انداز دونوں اس کی اوقات سے باھر معلوم ہوتے ھیں۔ اس خیال کو اس سے تقویت ملتی ہے کہ انھی خطوط میں ناصر صاحب کی استادی، اصلاح اور رہنمائی کا بار بار ذکر آتا ہے۔ بہر حال استاد شاگرد دونوں داد و تحسین کے مستحق ھیں۔

خلیل الرحمن اعظمی نے ناصر اصلاحی کی رہبری میں جو سفر شروع کیا اس میں آگے چل کر انہوں نے بڑی بڑی منزلیں طے کیں۔ اعلی تعلیم، معلمی اور ادبی کارنامے سب نے مل کر ان کی شہرت کو چار چاند لگائے مگر ناصر صاحب جوہر قابل رکھنے کے باوجود گوشۂ گمنامی میں رہے۔ ان خطوط کے مرتب بھی وھی ھیں، مکتوب الیہ اورمخاطب بھی، اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی کچھ بیاں ہو جائے۔ ناصر صاحب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اور

© rasailojaraid.com